© rasailojaraid.com

نیویارک سے مکہ مکرمہ تک

(ڈاکٹر سید حبیب الحق ندوی کا سفر نامۂ حج)

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تحت حرمین شریفین کے سفر ناموں پر ہونے والا بین الاقوامی سیمینار اس اعتبار سے بڑا منفرد ہے کہ اس میں حکمرانوں سے لے کر عام شہریوں تک سبھی نے حصہ لیا۔ دس اسلامی ممالک سے مندوبین تشریف لائے....... جن کے خیالات سننے کے لئے اہل لاہور نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے۔

جنوبی افریقہ سے جن شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا۔ ان میں ڈاکٹر سید حبیب الحق ندوی کا اسم گرامی بھی شامل ہے...... لیکن ڈاکٹر صاحب اپنی علالت کے باعث تشریف نہیں لا سکے۔ البتہ انہوں نے اس کی تلافی اپنا ایک سفر نامہ بھیج کر فرما دی۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی اور اپنے ارسال کردہ سفر نامے کی اہمیت واضح کرتے ہوتے اپنے مکتوب گرامی میں لکھا:

"آپ کی دو روزہ کانفرنس مورخہ ۲۴، ۲۵ اکتوبر مندرجہ بالا عنوان پر انتہائی اہم ہے۔ میں اپنی علالت وغیرہ کی وجہ سے نہیں آسکا' لیکن اسی موضوع پر اپنی قومی زبان اردو میں لکھے ہوئے دو مقالے پیش خدمت ہیں تاکہ میری شرکت By paper ہو جائے۔ اگر آئندہ کوئی مجموعہ مقالات شائع ہو تو میرے دونوں مقالات ایک مقالہ بنا کر شائع کر سکتے ہیں:

میں نے جامعہ ہارورڈ امریکہ سے M.A. اور Phd کیا اور وہیں پڑھاتا بھی رہا۔ اب آب و دانہ جنوبی افریقہ لے آیا ہے۔ ۶ برس تک ہارورڈ اسلامی سوسائٹی کا صدر بھی رہا۔ امریکہ کی تاریخ میں پہلا قافلہ حج روانہ ہوا جس کی روداد آپ کے سامنے ہے۔ یہ خالص تاثراتی مقالہ ہے۔ لیکن علمی بھی ہے۔ اس میں مغربی فلاسفہ مفکرین جدید و قدیم کی تحریکات کا ذکر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرا مقالہ یا سفر نامہ جو حج بیت اللہ جولائی ۱۹۸۹ء سے متعلق ہے۔ اس میں جدید امت مسلمہ کی تحدیات کا ذکر ہے۔ دونوں کو ملا کر طبع کرنے میں غرب و شرق دونوں کی تحدیات پر نظر پڑے گی۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ دونوں مقالات کو پسند فرمائیں گے۔

(مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

اس سال اپریل ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر سلمان (ابن سید سلیمان) ندوی لاہور میں تشریف لائے۔ تو ان کی زبانی یہ جان کر بے حد دکھ ہوا کہ ڈاکٹر حبیب الحق ندوی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر ندوی صاحب کے ارسال کردہ ان مقالات یا سفر ناموں پر ہم ایک نے نظر ڈالی ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

ڈاکٹر سید حبیب الحق ندوی کا ان دو میں سے ایک سفر نامہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو کسی رسالے میں (ص ۱۵۷ تا ۱۷۲) میں چھپا ہے۔ مرحوم نے اس رسالے کا نام نہیں لکھا۔ جس میں یہ سفر نامہ چھپا ہے۔ البتہ انہوں نے ہمیں اس کی ایک فوٹو کاپی ارسال کی ہے۔ جس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اولین امریکی قافلے کا یہ سفر ۱۲ مارچ ۱۹۷۰ء سے شروع ہوا اور مارچ کے آخر میں مکمل ہوا (واپسی کی تاریخ نہیں دی گئی)۔

امریکی مسلمانوں کا یہ قافلہ جدید دنیا کے قلب و مرکز نیویارک سے چلا۔۔۔۔ اور لندن سے ہوتا ہوا جدہ اور جدہ سے مکہ معظمہ پہنچا۔ جس کے بعد قافلے نے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور وہاں سے بذریعہ جہاز جدہ کے راستے واپس نیویارک چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب اس سفر نامے کی ابتدا یوں فرماتے ہیں:

"اس وقت ہم مادی دنیا کے مرکز "نیویارک" سے روحانی دنیا کے مرکز مکہ کا سفر کر رہے ہیں' آج مارچ ۱۹۶۷ء کی بارہ تاریخ ہے۔ موسم نشاط انگیز ہے' کہر بادل اور بارش کی بجائے خوشگوار دھوپ' زندگی کو متحرک اور فعال بنائے ہوئے ہے۔ ہم شہر کی پر پیچ راہوں سے گذر کر نیویارک کے جان ایف کینیڈی ایئرپورٹ پر پہنچ چکے ہیں۔ یہ نیویارک کا سب سے بڑا بین الاقوامی ایئرپورٹ ہے' مسافروں کی ہماہمی اور ریل پیل جاری ہے۔ شام کے ۷:۳۰ بج چکے ہیں۔ تیں آدمیوں پر مشتمل حجاج کا یہ قافلہ جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں پچیس طالب علم ہیں آپ کے سامنے ہے۔ یہ لوگ ولایات متحدہ کے مختلف شہروں سے آکر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ان میں کناڈا کے طلبا بھی ہیں جو حرمین شریفین کی زیارت کا شوق سینوں میں چھپائے یہاں پہنچے ہیں۔ اس قافلہ میں کالے بھی ہیں اور گورے بھی، پیدائشی مسلمان بھی ہیں اور نو مسلم بھی فرداً فرداً سب کا تعارف ہوا ہے۔ آیئے آپ کا تعارف وارث محمد سے کراؤں۔ یہ علی جاہ محمد، (زعیم بلیک مسلم تحریک) کے دوسرے صاحبزادے ہیں جو باپ کی جماعت سے بغاوت کر کے صحیح العقیدہ مسلمانوں میں شامل ہو گئے ہیں اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے مستقبل کا چراغ ہیں۔ باپ نے عاق کر دیا ہے، مگر دولت ایمان ان کے سکون کے لئے کافی ہے، میانہ قد ہے رنگ صاف ہے، ہندوستانی یا پاکستانی مسلمانوں میں اگر یہ کھڑے ہو جائیں تو امتیاز مشکل ہو گا۔"

امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار حج کا موسم آیا ہے جس میں تیس آدمیوں کا قافلہ لبیک لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کہتا ہوا والہانہ وارفتگی کے ساتھ وادی بطحا کی طرف گامزن ہے۔ یہ صورت حال قرآن کریم کی آیت یَاْتُوْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کی عملی تفسیر ہے۔ زائرین حرم آپ کے سامنے صف باندھے کھڑے ہیں۔ سامان افسران کے حوالہ کر کے اپنے ٹکٹ حاصل کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالی نے بڑا تیز ذہن اور فکر رسا عطا کیا تھا، اسی لئے وہ جزئیات سے کلیات کا اور کلیات سے جزئیات کا بڑی عمدگی سے استنباط کرتے ہیں چنانچہ درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"افسران طیارہ تعجب اور احترام کی نظروں سے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ تعجب تو اس لئے کہ اس مادی دنیا میں تعیش، سیر و سیاحت، تفریح اور تفنن کے لیے اتنی بڑی رقم کا خرچ کرنا تو عقل میں آنے والی بات ہے، لیکن ایک مذہبی فریضہ کی ادائیگی پر صرف کثیر ذرا عقل سے بعید بات ہے۔ احترام شاید اس لیے کہ روحانیت میں اب بھی اتنی قوت موجود ہے کہ مادی سر و سامان اور دولت کے نشے میں بدمست انسان بھی کچھ دیر کے لیے چونک جاتا ہے اور اسے عاقبت کی فکر غیر شعوری طور پر کچھ دیر کے لیے ہی سہی، لاحق ہو جاتی ہے۔ اب ہم طیارہ کے اندر ہیں اتفاق دیکھئے کہ ہماری اس جماعت کو ایک ساتھ وسط میں نشستیں ملی ہیں۔ آپ مسافروں کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک حصہ آگے ہے ایک حصہ پیچھے اور وسط میں حاملین قرآن کی یہ جماعت ہے، شاید اس لیے کہ اس کا تعلق امت وسط سے ہے جو دو انتہاؤں میں اعتدال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قائم کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے' فرنگی مسافروں کی آنکھیں غیر معمولی طور پر پھٹی ہوئی ہیں۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں دیکھ رہے ہیں انہوں نے ایسی جماعت شاید پہلی بار دیکھی ہے جو ایک نا قابل شکست عزم کی مالک ہے اور یک گونا وقار و اعتماد کے ساتھ لبیک لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک کی صدا بلند کر رہی ہے۔ تلبیہ کی گنگناہٹ سے ان کے کان کھڑے ہو گئے ہیں اور کوشش کے باوجود وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ کس منزل کے راہی ہیں"

(ص ۱۵۷)۔

ڈاکٹر صاحب نے پورے سفر حج میں اس بات کا بڑا خیال رکھا ہے کہ وہ ایک مقدس سفر اور ایک بابرکت مشن پر ہیں' اس لئے انہیں جہاں بھی موقع ملتا ہے وہ اس سفر کے اغراض و مقاصد اور اس کے فلسفۂ مساوات انسانی پر پرزور انداز میں ضرور اظہار خیال کرتے ہیں' چنانچہ قافلے کے جدہ اترنے کے بعد اپنی منزل .... یعنی مکہ مکرمہ کی طرف اس کی روانگی کی منظر کشی کرتے ہوئے .... وہ لکھتے ہیں:

"آج پانچ ذوالحجہ ہے ذرا نظر اٹھایئے اس امریکی قافلہ کو دیکھئے آپ اب کسی کو نہیں پہچان سکتے' رنگ برنگی لباس اتر چکا ہے' سب یک رنگ ہو چکے ہیں۔ اب آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ ان میں غریب کون ہے؟ اس سفید کفن آسا لباس نے امارت و غربت' نسل و رنگ اور اونچ نیچ کے تمام امتیازات کو یک لخت مٹا دیا ہے' یہی نہیں۔ یہ قافلہ اب قافلہ امن ہے امن و سلامتی اور صلح و خیر کی مجسم تصویر' اب مچھر' پسو اور چیونٹی تک کی جان لینا حرام ہے۔ سبھوں کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں گفتار و رفتار' نشست و برخاست میں سب پیکر امن و محبت ہیں۔ دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جارہی ہیں چہروں کا رنگ بدلتا جارہا ہے' آوازیں معمول سے بھاری ہوتی جارہی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ یہ قافلہ اب سوئے حرم چل رہا ہے۔ اللہ کے گھر جارہا ہے' کسی کے گھر انسان در و دیوار سے ملنے نہیں جاتا' بلکہ صاحب خانہ سے ملنے جاتا ہے۔ اس احساس نے نفسیاتی کیفیات ہی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ لبیک لبیک اللھم لبیک ان الحمد و النعمۃ لک و الملک کا ورد عام ہے' نمناک آنکھیں سیل اشک کی تمہید ہیں۔ اب آپ ہمارے ساتھ حدود حرم میں داخل ہو رہے ہیں۔ یعنی جدہ سے مکہ کی طرف چل رہے ہیں۔ اس وقت قافلہ والوں کی عجیب حالت ہے نہ صرف اشکبار آنکھیں ماحول میں فرق پیدا کر رہی ہیں' بلکہ بعضوں کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں' بعض نڈھال ہو رہے ہیں' بعض بآواز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلند رو رہے ہیں۔ امریکی قافلہ میں سب کی زبانوں پر یہی ورد ہے کہ ہم گھر پہنچ کر خدا کے حضور میں اپنے آلام کا ذکر کریں گے۔"

I am going to tell god, all of my troubles when I get home.!

(ص ۱۵۰۔۱۶۰)

اس مقدس اور بابرکت سفر کی سب سے خاص اور اہم بات یہ ہے کہ اس میں زائرِ حرم جذبات و احساسات کا ایک قافلہ ہمراہ لئے ہوئے چلتا ہے..... سید صاحب بے شک جدید دنیا کے مرکز نیویارک سے آئے تھے اور ان کے ہمراہی بھی کولمبس کی دریافت کردہ اس "دنیائے جدید" کے باسی تھے، لیکن اس سفر میں وہ اسی طرح جذبہ شوق کے حامل تھے جس طرح کہ مسلمان ملکوں سے آنے والے مسلمان اپنے "جذبہ شوق" کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں..... جب یہ قافلہ حدودِ حرم میں داخل ہوتا ہے تو اس موقع کی منظر کشی کرتے ہوئے سید صاحب نے لکھا ہے:

"آپ بیت اللہ کے قریب ہیں، اب حدودِ حرم میں داخل ہونے والے ہیں، باب السلام سامنے ہے، ادب و احترام کے ساتھ قدم بڑھائیے۔ ہر فرد کا قدم لڑکھڑا رہا ہے۔ ایک چھوٹی سی مربع عمارت ہے اَوَّلُ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ، لیکن اس کے رعب و جلال کا عالم دیکھئے، سلاطین و گدا اس کے سامنے سر نیاز خم کیے ہوئے ہیں۔ انسانوں کا ایک سیلاب ہے۔ اس سیلاب میں آپ ہمارے ساتھ طواف میں مصروف ہیں۔ غیر منظم مجمع اس طرح دھکے دے رہا ہے کہ سخت تکدر و تنفّر پیدا ہو سکتا ہے، لیکن تنفر کی بات نہیں۔ یہ مجمع اس وقت فرطِ شوق میں بے خود ہو رہا ہے، اپنے اور اپنے خالق کے درمیان کسی رکاوٹ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دوسروں کے تاثرات کیا ہیں، میں نہیں کہہ سکتا، ہمارے تاثرات تو عجیب ہیں۔ ممکن ہے اوروں کو طواف کعبہ کے وقت الوہیت کا جلال نظر آ رہا ہو۔ ہمیں تو اس وقت عبدیت کا جمال نظر آ رہا ہے۔ اشک ہائے بندگی کا ایک سیلاب ہے۔ جس میں لبوں سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر بہہ رہے ہیں۔ دیکھئے کپکپاتے ہوئے سائل ہونٹ عرشِ الٰہی کو ہلا رہے ہیں۔ آسمان جھک جھک کر زمین کو چوم رہا ہے۔ کہیں شوخی و اقدام ہے، کہیں خود سپردگی و خود فراموشی، کہیں مجادلہ محبت اور کہیں اعترافِ بندگی۔ کہیں یہ شوخ مطالبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے:

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

عشق بھی ہو حجاب میں حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر

اور کہیں قدر ظرف کی تنگی کا اعتراف ہے:

میرا ظرف دیکھ کر جلیاں گراتا
مجھے تاب ہو جہاں تک وہیں تک نقاب اٹھاتا

خانہ خدا کے اردگرد اقطار عالم کے بندگان الٰہی کالے گورے، جوان اور بوڑھے، عورت اور مرد مختلف زبانوں میں اور نت نئے کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے مصروف دعا ہیں، ان سب کی زبان پر ایک ہی التجا ہے۔ "الٰہی ہمیں دین و دنیا کی بھلائی سے بہرہ ور کر" (ص ۱۶۰۔۱۶۱)

سفر نامے کی سب سے اہم بات جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے، یہ ہے کہ اس سفر نامہ میں فلسفے کی بھی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔ اور مشرقی جذبات و احساسات کے ساتھ ساتھ، مغربی فلسفے کی کمزوریاں بھی سفر نامہ نگار کے سامنے ہیں...... اور وہ "فلسفۂ حج" کے ذریعے ان باطل اور فرسودہ تصورات پر "ضرب کلیمی" لگاتے جاتے ہیں:

"یہ منظر دیکھتے دیکھتے ہم خیالات کی دنیا میں کھو گئے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ حدود حرم میں آج تک کسی کو کھوتے نہیں دیکھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہم کھو گئے۔ اس وقت ہم علم الٰہیات (Metaphysics) کی بھول بھلیوں میں گم ہیں جہاں تلاش کی پرپیچ راہوں میں مفکرین و فلاسفہ صدیوں بھٹکتے رہے، سر پیٹتے رہے اور ہاتھ پیر مارتے رہے لیکن اکثر انہیں کوئی کنارہ نہ مل سکا۔ اس وقت ہم سقراط سے ماقبل دور کے فلاسفہ کے ساتھ ہیں، یہ فیثا غورث (Pythagoras) ہیں۔ یہ ہیرا کلی ٹس (Heraclitus) ہیں۔ سامنے پرمنائڈس (Parmonides) ہیں۔ ساتھ ہی امپیڈو کلیس (Empedocles) اور پروٹگوراس (Protago

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ras) کھڑے ہیں۔ ان سب کو خدا کی تلاش ہے۔ یہ سب اپنی اپنی دانست کے مطابق خدا کی ذات و صفات کو متعین کر رہے ہیں' چلیے آگے بڑھیں' سامنے سقراط ہیں' افلاطون ہیں' ارسطو ہیں' یہ سب خدا کی جستجو میں سرگرداں ہیں لیکن ان کے فکر کی بنیادیں بھی ظن و تخمین (Speculative Philosophy) پر قائم ہیں۔ اس لئے بے چارے کوشش کے باوجود اسرار کائنات کی نقاب کشائی نہ کر سکے۔ آگے بڑھیے! Hellenis-tic فلسفہ کا عالم جمالیات اور اس کی رعنائیاں دیکھیے اپی کورین (Epicureans) کی دنیا سے ہوتے ہوئے ہم (Stocirm) کی دنیا میں پہنچ گئے جہاں خدا کی اہمیت پر زیادہ زور ہے۔ پلوٹائینس (Plotinas) سے ہو کر ہم عیسائیت کے فلسفہ تثلیث تک پہنچ گئے۔ سینٹ اگسٹائن (Saint Augustine) تک پہنچ کر ہم نے چھ صدیوں کا سفر طے کر لیا۔ اب ہم Papacy کے تاریک دور (Dark Ages) سے گزر رہے ہیں' اس اندھیرے میں گیارہ صدیاں گزر گئیں' ۱۲ ویں صدی سے چھلانگ لگا کر ہم تیرھویں صدی میں آگئے۔ Saint thomas Augainas وغیرہ سے ملتے ہوئے آگے بڑھے' نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کی رنگینیاں دیکھیے۔ سامنے ہیوم (Hume) کھڑے ہیں' اب تحریک اصلاحات (Reformations) کی صدائیں گونجنے لگیں' سائنس کا دور شروع ہو گیا۔ بیکن (Bacon) اور ہوبس (Hobbes) اپنا منشور لیے کھڑے ہیں' جدید فلسفہ کا جد امجد ڈیکارٹ (Descartes) خود اپنی ذات کے لئے ایک سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ اسپنوزا (Spinoza) کے بعد لیبنز (Leibniz) سے ملاقات ہو گئی۔ آگے بڑھے تو لبرلزم (Libral ism) کا دور شروع ہو گیا۔ لوک (Locke) اپنا نظریہ علم و سیاست پیش کرنے لگے۔ اور آگے بڑھے۔ برکلے (Berkely) اور ہیوم (Hume) نے خوش آمدید کہا۔ کچھ آگے رومانی تحریک (Romantic Movem-ment) کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اس کے بعد روسو (Rousseau) کا سامنا ہو گیا۔ پھر کانت (Kant) نے اپنا فلسفہ پیش کر دیا۔ اس طرح ۱۸ ویں صدی تک کا سفر طے ہو گیا۔ انیسویں صدی میں ہیگل کا سامنا ہوا۔ بائیرن (Byron) اور شوپنہار سے مل کر آگے نہ بڑھے تھے کہ نیٹشے (Nietzche) اپنا نسخہ انسان کامل (Superman) لے کر سامنے آگئے۔ اس طویل فکری جمنازیم سے نکلتے ہی اشتراکیت کا سامنا کرنا پڑا۔ کارل مارکس اپنا فلسفہ پیش کرنے لگے۔ راستہ میں برگساں (Bergson) مل گئے۔ بیسویں صدی میں وجودی فلسفہ نے ہمارا راستہ گھیر لیا۔ اکتا کر ہم پھر امریکہ پہنچ گئے' جہاں خدائے مرحوم (God is Dead) کا فلسفہ مقبول ہوتا جا رہا ہے اور خدا سے دامن چھڑا کر انسان چین کا سانس لینا چاہتا ہے۔ تین ہزار سالوں کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سفر صحرائے فکر کی دشت نوردی پھر بھی جس کی تلاش تھی' وہ نہ ملا۔

تھک تھک کے ہر مقام پر دوچار رہ گئے

تیرا پتا نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

اس کے بعد چونکے اور آنکھ کھلی تو دیکھا خانہ کعبہ سامنے ہے۔ "ہمیں بھی دیجیو مولا۔ ہمیں نہ بھولیو مالک" "ہمیں حسنة فی الدنیا اور حسنة فی الآخرہ دونوں سے نوازیو" کا ورد حسب معمول' وہی لینے دینے کی باتیں ہو رہی تھیں' وہی شوخی و اقدام ہے' وہی خود فراموشی و خود سپردگی' وہی رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً کی التجا جاری ہے۔

وہ دیکھیے خدا مردہ نہیں' وہ تو زندہ ہے' ورنہ لین دین کی باتیں کس سے ہو رہی ہیں؟ ہم نے ایک آواز لگائی' اے ماضی و حال کے فلسفۂ فرنگ! کاش تمہاری ارواح تشنہ کو یہ منظر دیکھنا نصیب ہوتا اور اسی خانہ خدا میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی۔ پھر تمہارے علم الٰہیات کی بنیادیں مختلف ہوتیں۔ ظن و تخمین کی بجائے ایمان و ایقان کی دولت تمہیں نصیب ہوتی۔ خدا فلسفہ کی خشک کتابوں میں نہیں ملتا۔ اس کے وجود و صفات کی تعیین منطقی تحلیلات کے ذریعہ نہیں ہوتی۔ وہ تو خانہ کعبہ میں ملتا ہے' زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہو کر بھی اپنے گھر میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ وہ چون و چرا کرنے والوں کو نہیں ملتا۔ وہ تو سادہ لوح قلوب میں جو "یومنون بالغیب" کے قائل ہیں' جاگزیں ہوتا ہے۔ اے فلاسفۂ غرب و شرق! خدا مابعد الطبیعاتی علوم (Metaphysics) یا فلسفہ جزو کل (Ontdogy) کی حدود سے باہر ہے۔ تمہارا محدود علم غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ تمہیں ایمان بالغیب کے بغیر نہیں مل سکتا"

(ص ۱۶۱۔ ۱۶۲).

اس میں شک نہیں کہ مذکورہ اقتباس میں آمد سے آورد زیادہ ہے۔ اور اس پورے حصے میں کسی قدر تکلف اور تصنع بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے کہ "حاضری" کے اس لمحے جب بندہ رب البیت کے روبرو ہوتا ہے اس وقت "من و تو" کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ اس وقت "زائر" کو مغربی فلسفے کی پیچیدگیوں کا خیال آتا ہے اور نہ مشرقی فلسفے کی بوالہوسیوں کا اس لئے یہ پورا حصہ میز پر بیٹھے ہوئے مکمل ہوا۔ لیکن اس میں سفر نامہ نگار نے جس خوبصورت انداز میں اور جس سلیقے سے مغربی فلسفے کے "تار و پود" ادھیڑے ہیں اور فلسفہ حج و زیارت کے سامنے . . . . مغربی نظریات و افکار کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محض بچگانہ سوچ قرار دیا ہے اس سے سفر نامہ نگار کے ذہن و فکر کی بالیدگی اور قلم کی پختگی کا اظہار ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ کی سیاحت

سید صاحب اپنے امریکی ہمراہیوں کے ہمراہ ...... "عمرہ" سے فراغت کے بعد ...... مکہ مکرمہ میں موجود مقامات مقدسہ کی سیاحت کرتے ہیں۔ جس کے دوران میں انہوں نے مولد النبی، غار حراء اور طائف کا سفر کیا..... اور ان مقامات پر جا کر ان واقعات کو یاد کیا جو ان مقامات پر پیش آئے۔ جس کے دوران میں ان کے اور ان کے رفقائے سفر کے جذبات قابل دید ہیں۔ سید صاحب غار حراء کی سیاحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب ہم دوسرے تاریخی مقام کی طرف جا رہے ہیں۔ ٹیکسی والے سیدھے منہ بات نہیں کرتے، ہم نے ایک گدھا گاڑی کر لی۔ امریکی قافلہ اب آپ کے سامنے گدھا گاڑی پر سوار ہے۔ ان میں سے شاید ہی کوئی گدھا گاڑی پر بیٹھا ہو....... کہاں ہوائی جہاز اور کاروں کا سفر، کہاں دھوپ میں بے چھت کی گاڑی کی سواری۔ غرض اب آپ ان راہوں سے گزر رہے ہیں، جہاں تیرہ سو سال قبل کفار قریش اور اکابرین مکہ کی رہائش گاہ تھی۔ عصر کا وقت ہو چکا ہے۔ ہم پہاڑی کے قریب پہنچ گئے ہیں اور پر پیچ عمودی و غیر عمودی چڑھائی کے لئے کمر بستہ ہیں۔ ہمارے سانس اکھڑ رہے ہیں، لیکن نو مسلم امریکی نوجوانوں کی ہمت قابل دید ہے۔ ان کا ولولہ اور جوش ایمانی خاندانی مسلمانوں سے بے حد مختلف ہے، یہ تاریخی حقیقت بھی ہے، ابتداء میں بھی نو مسلموں کے ہاتھوں یہ دعوت آگے بڑھی تھی، جب تک عربوں میں یہ حوصلہ رہا۔ اللہ نے انہیں آگے بڑھایا۔ ان کا حوصلہ ختم ہوا تو دوسری قوموں کو کھڑا کر دیا۔ پہلے ایرانیوں، سلاجقہ، عثمانی ترکوں اور افغانوں کو اللہ نے کھڑا کیا۔ جب ان کے ایمان پر غنودگی طاری ہو گئی تو اللہ کے لئے مشکل نہیں کہ وہ ایک نئی قوم کو کھڑا کر دے۔ قرینہ غالب ہے کہ نو مسلم امریکی آبادی کے ہاتھوں آج نہیں تو کل یہ دعوت پھیلے گی۔ اس وقت جو لوگ اس دعوت سے متاثر ہو چکے ہیں وہ راسخ العقیدہ ہیں اور تحریک کے شیدائی بھی۔

آپ ہمارے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی پر ہیں جہاں سے انسانیت کو درس توحید ملا تھا۔ دو رکعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفل نماز پڑھ لیں۔ پھر ہم اس غار میں داخل ہوں گے جس کا نام غار حرا ہے۔ یہ وہی غار ہے جہاں حضرت محمد ﷺ کفرزار مکہ کے مشرکانہ ماحول سے پناہ لیا کرتے تھے۔ توحید کے مسئلے پر سوچتے تھے۔ آخر اللہ نے اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے تحریک توحید کی ابتدا کر دی۔ یہیں سے محمد ﷺ توحید کی دعوت لے کر مکہ کی وادی میں اترے تھے (ص ۱۶۴۔۱۶۴)

فلسفۂ حج .... جدید فلسفے کے تناظر میں

اس سفر نامہ کے مؤلف ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے مشرق و مغرب کی جدید ترین دانش گاہوں سے استفادہ کیا ہے، مگر ان کے جذبات مشرقی ہیں۔ ان کے سامنے مغرب کی تاریخ اور مغربی فلسفہ ہے۔ اس لئے وہ حج بیت اللہ کے دوران میں جگہ جگہ مشرق و مغرب اور اسلام اور کفر کے مابین تقابل کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے سفر نامہ میں صحیح معنوں میں جدید تحدیات (Challenges) کا ذکر اور ان کا مفصل اور عالمانہ رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ جس تاریخ کو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ احرام یعنی حج کا یونیفارم پہنا اور وہ ''تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے'' کی عملی تعبیر بنے تو اس وقت ان کی نظروں کے سامنے مغربی فلسفے اور مغربی ادیان کی تاریخ آجاتی ہے۔ اور وہ فلسفہ حج کی روشنی میں اس پر ضرب کلیمی لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''یہ پوری بستی کفن آسا سفید لباس میں ملبوس ہے۔ امریکی قافلہ بالخصوص نو مسلمین یک رنگی اور اخوت و مساوات کا یہ منظر دیکھ کر بے حد متاثر ہیں، بلکہ اپنے مغربی اجداد کی روایات پر خندہ زن بھی ہیں، انہیں یقین آگیا ہے کہ یہ یک رنگی، مساوات محض توحید کی برکت ہے۔ وحدت فکر اور وحدت نظر کا کرشمہ ہے۔ وہ اس فکر میں غلطاں ہیں کہ ایسی وحدت ان کے اجداد کو کیوں نصیب نہیں ہو سکی؟ یہ سوچتے سوچتے امریکی قافلہ ایک بار پھر کھو گیا۔ اپنے اجداد کے فکری سرمایہ کی تحلیل شروع کر دی اور اپنے اجداد کے مندرجہ ذیل سوالات پر غور کرنے لگا:

(۱) اس کائنات کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا عرفان کیسے ممکن ہے؟

(۲) کیا دنیا Mind اور Matter دو الگ الگ حصوں میں منقسم ہے، اگر ایسا ہے تو دونوں کی تعریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس طرح ممکن ہے ؟ آیا وہ ایک دوسرے کے تابع ہیں۔ یا دونوں کا وجود الگ الگ ہے ؟

(۳) نظام عالم میں کوئی وحدت ہے یا نہیں ؟ تخلیق عالم کا کوئی مقصد بھی ہے ؟

(۴) کائنات کسی خاص منزل کی طرف بڑھ رہی ہے یا جامد ہے ؟

ان سوالات پر سوچنے میں ۴ صدی قبل مسیح سے سر کھپایا جا رہا ہے۔ پھر بھی کوئی حل نہ مل سکا۔ اس کا حل جدید سائنس کے پاس بھی نہیں۔ آج سائنس اور مذہب کے درمیان ایک سرحدی نشان ضرور کھینچ دیا گیا ہے اور ان دونوں کے بیچ میں جو زمین (No Man Land) ہے وہ ان سوالات کے حل کے لئے چھوڑ دی گئی ہے۔ جہاں فلسفی آج بھی سر پیٹ رہے ہیں اور علما مابعد الطبیعات ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔

ارسطو کے دور تک فلسفہ پر توہمات (Speculation) کا سایہ رہا' انسانوں کی اطاعت کا صحیح مستحق کون ہے۔ اس دور کا ایک بڑا مسئلہ تھا۔ طے پایا کہ ریاست (State) انسانوں کی اطاعت کی حق دار ہے۔ چنانچہ شہر (City) اور ریاست (State) کی پوجا شروع ہو گئی۔ اس تحریک کے خلاف بغاوت شروع ہوئی۔ (Stoic) فلاسفہ نے اعلان کیا کہ روح کا رشتہ خدا (خالق روح) سے ہونا چاہیے نہ کہ ریاست سے (A man's duty to god is move imperative than his duty to the state.) پانچویں صدی عیسوی سے ۱۱ ویں صدی عیسوی تک مغرب میں تاریکی کا دور رہا۔ اسٹیٹ اور چرچ کی جنگ چلتی رہی۔ پوپ نے اٹلی فرانس' اسپین' برطانیہ' آئرلینڈ' جرمنی' اسکنڈی نیویا اور پولینڈ میں اپنی حکومت و سربراہی کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے بعد پوپ کی طاقت کچھ کم ہونے لگی۔ جب برطانیہ کے بادشاہ نے اس کی طاقت کو کمزور کر دیا۔ تاہم چرچ شکست نہ کھا سکا۔ شاہ اپنی فوجی قوت کے باوجود اسے دبا نہ سکا۔ فوج اگر شاہ کے ہاتھ میں تھی تو نظام تعلیم چرچ کے ہاتھوں میں تھا جس کی سوتیں عوامی فکر کی گہرائیوں میں اتری ہوئی تھیں' چرچ کے ساتھ وفاداری اس نظام تعلیم کی بنا پر قائم رہی' ہنوز یہ فیصلہ چرچ کے ہاتھوں میں تھا کہ موت کے بعد بادشاہ جنت کا مستحق ہوگا یا جہنم کا۔

عہد وسطیٰ (Middle Ages) میں فریڈرک ثانی نے چرچ اور پوپ کے خلاف نئے مذہب اور کلچر کی داغ بیل ڈالی۔ لیکن تھومس اکنس (Thamas Aguinas) چرچ کا علمبردار رہا۔ دونوں انتہا پسندی کی دو حدود پر تھے۔ توازن اور اعتدال قائم کرنے کی آرزو لیکر کوئی پچاس سال بعد دانتے (Dante) کا ظہور ہوا' لیکن ادھر دانتے کی آنکھ بند ہوئی ادھر توازن کی کشتی غرق آب ہو گئی۔ تحریک اصلاحات نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیسائی دنیا کی کمر توڑ دی۔ پوپ کے حسین خوابوں کی عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ نشاۃ ثانیہ کے دور میں جب علوم قدیمہ و جدیدہ کے احیاء اور تجدید کا زور ہوا تو اسرار کائنات کی سراغ رسانی کا جذبہ بڑھا۔ کوپر نیکس (Copernicus) نے اپنا علم نجوم پیش کیا۔ مسائل کی تفسیر میں اب منطقی استدلال تحلیل اور تنظیم پر زور دیا گیا۔

پندرھویں صدی میں پوپ اور بادشاہ دونوں اپنا اثر کھو بیٹھے۔ پوپ حکمرانوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئے۔ اٹلی سیاسی بحران کا شکار ہو گیا۔ اسی زمانے میں میکیاولی (Machiawelli) کا ظہور ہوا جس نے اپنی معروف کتاب "پرنس" میں حصول اقتدار کا نیا نسخہ پیش کیا۔ اس نے حکمرانوں کو تمام روایتی واخلاقی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا۔ اخلاقیات اب توہمات قرار پائیں۔ حصول اقتدار اور اس کا کسی طرح برقرار رکھنا سب سے بڑی اخلاقی قدر قرار پایا۔ اس فلسفہ نے روحانی و اخلاقی اقدار کا تصور ہی مٹا دیا۔ رومتہ الکبریٰ کا زوال ہو گیا اور روم اب دوسری اقوام کا محکوم بن گیا۔ نہ شہنشاہ رہے نہ چرچ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

۱۶ ویں صدی سے مغربی افکار میں تجدید و اصلاح کی تحریک چلی جو در حقیقت روم کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ عوام و حکمران دونوں مذہب سے باغی تھے۔ اور ہر تجدید اور تبدیلی کو خوش آمدید کہنے کے لئے تیار تھے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ پورا شمالی یورپ مارٹن لوتھر کا گرویدہ ہو گیا۔ ساتھ ہی عیسائی مذہب کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔ اول الذکر کے عقیدے کے مطابق وحی کا دروازہ بائبل کے بعد بند نہیں ہوا ہے، بلکہ ہر زمانہ میں چرچ کے ذریعہ آسمانی وحی آتی رہے گی، لہٰذا چرچ انسانوں کی اطاعت کا حق دار ہے۔ اس کے برخلاف پروٹسٹنٹ نے نیا عقیدہ اختیار کیا۔ جس کے مطابق آسمانی وحی سے چرچ کا کوئی تعلق نہیں۔ حق بائبل میں موجود ہے۔ ہر شخص چرچ کی مدد کے بغیر حقائق کی جستجو اور سراغ رسانی کر سکتا ہے۔

جدید فلسفہ کا بانی ڈیکارٹ ہر شے کو شک کی نظر سے دیکھنے لگا اس کی اپنی شخصیت تمام توجہات کا مرکز بن گئی۔ اپنی شخصیت اور وجود کے یقین کے بعد ہی وہ دیگر ذوات کے وجود پر یقین کا قائل تھا اس طرح اس نے برکلے، کانت اور (Fichte) کی راہ ہموار کر دی۔ جن کے خیال میں ہر شے کے ظہور کا مصدر اصلی Ego ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

18 ویں صدی میں شخصیت پرستی (Hero Worship) کا زور بڑھا۔ کارلائل اور نیطشے نے اپنے اپنے نظریات شخصیت پرستی اور انسان کامل کا نسخہ پیش کیا۔ بائرن نے اپنا نظریہ Cult of violentpas-sion پیش کیا۔ اس ذات پرستی کا نتیجہ تھا کہ 19 ویں صدی میں رومانی تحریک یا انسانیت کا زور ہوا' اس سیلاب میں ادب "آرٹ' کلچر' سیاست سب بہہ گئے۔ اب انسان آرٹسٹ کے تخیل کا حسین خواب بن گیا' انفعالیت کے اس تقشف کے خلاف پھر تحریک چلی اور لبرلزم کا زور ہوا۔ لاک (Locke) اس کا قائد بن گیا ۔وہ انفرادیت پرستی' شخصیت پرستی 'روایات پرستی سب کے خلاف تھا۔ حکومت کی مطلق العنانی کے بھی خلاف تھا۔ اس تحریک نے شخصیت پرستی کا خاتمہ کرنا چاہا اور رد عمل کے طور پر ریاست پرستی کی تحریک پھر زندہ ہو گئی۔ ہیگل روسو اور ہوبس (Hobbes) اسی نظریہ ریاست پرستی کے مختلف پہلوؤں کے ترجمان ہیں۔ ان کے خیال میں اطاعت و فرمانبرداری کی حقیقی مستحق اسٹیٹ ہے۔

اشتراکیت براہ راست اس فلسفہ کا چہ نہیں' لیکن اس کے قریب ضرور ہے کیونکہ کمیونٹی om-Cmanity اور ریاست نے خدا کی جگہ لے لی ہے۔

غرض ۲۴ سو سال کا سفر طے ہو گیا' لیکن انسانیت ایک قدم آگے نہ بڑھ سکی۔ قدیم یونانیوں کے ہاں شہر (City) اور ریاست (State) واجب الاطاعت تھے۔ آج بیسویں صدی میں ہزاروں نشیب و فراز سے گزر کر دنیا وہیں پہنچ گئی ہے۔ وہی ریاست پرستی و قوم پرستی جزو ایمان بن گئی ہے۔ "(ص ۱۶۵۔۱۶۸)

سید صاحب نے اسی طرح کے خیالات میں اپنے حج کے سفر کی روداد کو قلمبند کیا ہے۔ وہ ہر قدم پر فکر مغرب کو ٹھوکا دیتے ہیں۔ فلسفہ مغرب کی بیچارگی پر طنز کرتے ہیں اور لبیک اللھم لبیک کی صداؤں کے زیر سایہ اپنے رب کے حضور میں شرف باریابی پاتے چلے جاتے ہیں۔

سفر مدینۃ المنورہ

حج سے فراغت کے بعد امریکی مسلمانوں کا یہ قافلہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اور وہاں درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے کے لئے مدینہ منورہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتا ہے........اس موقع پر ''سفر نامہ نگار'' کی آنکھوں کے سامنے ایک طرف تو اس بابرکت مقام کی رفعتیں ہیں۔ اور دوسری طرف آنحضور ﷺ کے خلاف دنیائے کفر کا وہ پروپیگنڈہ جس میں ملت کفر ہمیشہ مبتلا رہی ہے۔ چنانچہ اس موقع پر ان کی تحریر میں بیک وقت ان دونوں باتوں کا عکس موجود ہے........وہ لکھتے ہیں:

''یہ مدینۃ النبی ﷺ ہے.........یہاں مکہ کا شکوہ نہیں' آقائیت کا جلال نہیں' بندگی کی تواضع نہیں۔ لینے دینے کی باتیں نہیں .... لین دین کی باتیں تو حدود حرم میں ہو چکیں ....اب تو صرف دینے اور اپنے آپ کو فدا کرنے کا سوال ہے۔ عاشقان رسول ﷺ اپنا سب کچھ لٹانے کے لیے تیار ہیں۔ یہ وہی انصار کا شہر ہے جہاں انہوں نے اپنا سب کچھ رسول ﷺ کے لئے لٹایا تھا۔

آپ اس وقت مسجد نبوی کے پاس ہیں۔ سامنے باب السلام ہے۔ لوگ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو رہے ہیں۔ عاشقان رسول کی زبانوں پر اس وقت ایک ہی صدا ہے:

السلام علیك یا احمد ﷺ السلام علیك یا محمد ﷺ

السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا نبی الله

السلام علیك یا حبیب الله

مختلف لہجوں میں یہی ایک صدا گونج رہی ہے۔ اس کیف و محبت کی فضا میں ہم سب کھو گئے ایک بار پھر ہمارا ذہن ان مستشرقین اور سوانح نگاران غرب کی طرف متوجہ ہوا۔ جنہوں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کو داغدار ثابت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔۔ العیاذ باللہ مجنوں و شاعر بتایا۔ مرگی کا مریض ثابت کیا' خود غرض سیاستدان اور نفس پرست انسان ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ انہیں جادوگر بتایا' غرض۔

کیا کیا تہمتیں نہ تراشا کئے عدو

اے مردہ اور زندہ دانش وران فرنگ! اگر محمد ﷺ جادوگر ہوتے تو یہ جادو کتنے دن سر چڑھا رہتا؟ سو سال؟ دو سو سال؟ دنیا کی تاریخ میں کسی سیاسی' اخلاقی اور مذہبی جادو کا زور کچھ عرصہ سے زیادہ رہا ہے؟ اگر کبھی تمہیں اس سرزمین سے گزرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہوتی! اگر تم نے کبھی درود و سلام کی یہ صدا سنی ہوتی تو شائد تمہاری اخلاقی حس تمہیں متنبہ کرتی اور تم اس بہتان تراشی سے باز رہتے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توفیق ہو تو اب بھی یہاں آکر دیکھو کہ آج ۱۴ سو سالوں کے بعد بھی اقطار عالم سے عاشقان رسول آ آکر درود و سلام بھیج رہے ہیں اور نبی آخر الزماں کی حمد و ثناء میں رطب اللسان ہیں ؎

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست
زانکہ ملت راحیات از عشق اوست
برگ و ساز کائنات از عشق اوست

اے رسالت محمدی کا انکار کرنے والو تمہیں کیا معلوم کہ:

شعلہ ہائے او صد ابراہیم سوخت — تا چراغ یک محمد بر فروخت
پس خدا برما شریعت ختم کرد — بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را — او رسل را ختم و ما اقوام را
لانبی بعدی ز احسان خدا است — پردہ ناموس دیں مصطفیٰ است

اے عقل کے پجاریو اور اے ترقی کے دعویدارو صرف اتنا بتادو۔۔۔۔۔۔ ہے کوئی دوسرا پیغمبر جسے یہ سلام سرمدی اور حیات ابدی نصیب ہوئی؟ اس قصے کو چھوڑیئے اور آیئے مسجد نبوی ﷺ کے اندر داخل ہوں، درود و سلام پڑھیئے۔ آپ روضہ رسول ﷺ کے سامنے روضۂ اطہر ہے، ہماری زبانوں پر ایک ہی نغمہ ہے:

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر — اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں — پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد — اس کوہ و بیاباں سے حدی خواں کدھر جائے

اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد ﷺ
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

(ص ۱۷۰ تا ۱۷۲)

آخر یہ قافلہ۔۔۔۔۔۔ اپنا سفر مقدس مکمل کر کے واپس لوٹ جاتا ہے۔ اس موقع پر سید صاحب لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارا سفر اب مکمل ہو چکا...... امریکی قافلہ آخری درود و سلام کے بعد شہر مدینہ سے جدہ واپس ہو رہا ہے۔ یہ بیروت ہے ــــــــــ بیروت سے آپ ہمارے ساتھ پھر لندن واپس آئے اور لندن سے نیویارک واپس چل رہے ہیں۔ یہ نیویارک ہے۔ اب آپ روحانی دنیا کے مرکز مکہ سے مادی دنیا کے مرکز نیویارک میں واپس آگئے جہاں مرحوم جمعیت اقوام کی وارث اقوام متحدہ نے جنم لیا ہے اور جس کی نسل جنیوا سے ہجرت کر کے نیویارک پہنچ گئی۔ اس کے لئے مکہ سے ہم وہی پرانا پیغام لائے ہیں۔

مکے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام
جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم

(ص ۱۷۲)

حج و عمرہ کے جدید مسائل اور ان کا حل

سید صاحب ۱۹۸۹ء میں دوبارہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ اس موقع پر انہوں نے جو سفر نامہ لکھا، یعنی "گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر" اس میں انہوں نے جدید حج و عمرہ کے مسائل اور ان کا حل پیش کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اس سفر نامہ میں لکھتے ہیں:

"ایک شب نماز کے بعد امام کعبہ شریف نے پرزور تقریر کی۔ امام صاحب جامعہ ام القریٰ میں غالباً فقہ اسلامی کے اسکالر کی حیثیت سے مامور ہیں۔ تقریر کے بعد سوال و جواب کے وقفہ میں خاکسار نے بھی بعض اہم سوالات کئے۔ ان میں سب سے اہم سوال ایام حج میں نقل و حرکت سے متعلق تھا۔ متوازی سمتوں سے ہزاروں افراد کا خروج و دخول یا آمد و رفت تکلیف دہ تصادم کا باعث ہے۔ وقت کا زیاں ہے، مرد و زن کا باہمی ٹکراؤ نیز جارحانہ اقدام غیر مستحسن ہے، ضرورت ہے کہ اس کا حل تلاش کیا جائے۔ خانہ کعبہ کے بعض ابواب کو داخلہ کے لئے اور بعض کو خروج کے لئے مختص کر دیا جائے۔ ایام حج میں یہ انتظام متوازی اور متقابل راستوں سے متصادم آمد و رفت کو روک سکتا ہے۔ حجر اسود کے استلام کا منظر بھی تکلیف دہ ہے اور اسلامی روح کے منافی بھی، عورت و مرد ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما نظر آتے ہیں، ضعفاء کا تو سوال بھی کیا، توانا بھی حجر اسود تک نہیں پہنچ سکتا۔ جواباً امام حرم کعبہ نے فرمایا کہ یہ سوالات عرصہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت کے زیر غور ہیں اور عنقریب اس کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ تقریر کے اختتام پر امام صاحب نے خاکسار کے ساتھ پر جوش معانقہ کیا اور نیک تمناؤں کا اظہار بھی کیا۔

بعض حکام اور افسران حج سے خاکسار نے مزید اصلاحات کی تجاویز بھی پیش کیں، ان میں سب سے اہم حجاج کی تعلیمی تربیت کا مسئلہ تھا۔ اقطار عالم سے آنے والے حجاج عام طور پر مناسک حج سے مطلق ناواقف ہوتے ہیں جہالت کے علاوہ تعلیم یافتہ اصحاب بھی روح حج اور مناسک سے واقف نہیں ہوتے۔ انھیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حکومت سعودیہ بلاد اسلامیہ اور مسلم اقلیات کے رہبران سے یہ درخواست کرے کہ وہ ہر حاجی کی تربیت کا نظم کریں۔ دیہاتوں اور شہروں سے آنے والے حجاج اپنے اپنے جامع مسجد کے امام سے ایک شہادت ساتھ لائیں کہ وہ حج کا تربیتی نصاب (Orientation Course) مکمل کر چکے ہیں۔ یہ نصاب یا کورس ہر امام ایک ہفتہ کے اندر یا اس سے بھی کم مدت میں جماعتی طور پر مکمل کرا سکتا ہے اور ناخواندہ اور خواندہ دونوں معلومات حج سے مزین ہو کر بیت اللہ تشریف لا سکتے ہیں، حجاج کے اندر قربانی اور صبر کا جذبہ مطلق نہیں ہوتا، بلکہ خود غرضی کا جذبہ ہوتا ہے۔ ایک فرد جو حجر اسود تک پہنچنے میں کامیاب ہوتا ہے، وہ ہٹنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس سے اس طرح چپک جاتا ہے جیسے پتھر کو نوچ کر ہضم کر جائے گا۔ اسی طرح مسجد نبوی میں بعض مقامات پر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، تاکہ دوسرے بھی ثواب و سعادت حاصل کر سکیں۔ سارا ثواب وہ اپنے لیے ہی مختص تصور کرتا ہے۔ جو خود غرضی کے مترادف ہے۔ بعض حجاج غلاف کعبہ کو قینچیوں سے کاٹ کر جیب میں رکھتے ہیں۔ عورتوں کے اندر جارحانہ روش بڑھتی نظر آتی ہے۔ وہ مردوں کو دھکے دیکر آگے نکلنے کی کوشش کرتی ہیں اور ہجوم میں گھسنے کا عام رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ تمام اعمال حج کے منافی ہیں۔ یہ خامیاں تربیتی نصاب کے ذریعہ ہی دور ہو سکتی ہیں۔ یہ قابل عمل تجویز ہے ناقابل عمل نہیں۔ یورپ و امریکہ میں اس سے بڑی تعداد اور اس سے بڑے مجمع کا نظم اس طرح ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی ناخوشگوار پریشانیاں نہیں ہوتیں۔ اسلام بدھ مت کی طرح نجات کیلئے ہلاکت نفس (Self Onnihi-lotion) کی دعوت نہیں دیتا یہ تو روحانی بالیدگی کی دعوت ہلاکت نفس کے بغیر دیتا ہے۔

حالیہ حج میں جمرات کا منظر بھی اسی طرح تکلیف دہ نظر آیا۔ انسانوں کا سیلاب ایک دوسرے کے سروں سے گذر رہا تھا۔ اس میں ضعفاء کی موت کا واقع ہونا غیر متوقع نہ تھا، بعض حاجی جمرات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلسفہ سے بھی ناواقف نظر آئے۔ واشنگٹن امریکہ کے ایک حاجی جو خاکسار کی معیت میں تھے جمرات کے پاس پہنچتے ہی شیاطین کو سلام کرنا شروع کیا اور ہر سلام کے ساتھ ایک کنکری بھی مارتے رہے۔ مثلاً السلام علیکم ایک جمرہ۔ السلام علیکم دوسرا جمرہ۔ موصوف نے جب خاکسار کو دیکھا کہ سلام کیے بغیر کنکریاں مار رہے ہیں۔ تو انھوں نے بھی سلام کی گردان بند کر کے جمرات کی گردان شروع کر دی۔ یہ تمام واقعات نادانی اور عدم واقفیت کی دلیل ہیں۔ اس کا حل تربیتی نصاب کے بغیر ممکن نہیں خدا کرے اس میں کامیابی ہو"۔ (ص ۳۹۶۔ ۳۹۷)

سید صاحب کی نظر میں بڑی گہرائی ہے۔ وہ اپنے سفر نامے میں جس طرح حجاج کرام کو پیش آنے والے مسائل کے حل پر بحث کرتے ہیں' اسی طرح وہ پٹرول یا سیال سونے کی دریافت کے بعد سعودی عرب کے مسلم معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بھی بڑی گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں "فج عمیق" (اکناف عالم) سے آئے ہوئے حجاج کرام کا غیر ملکی مصنوعات کی خریداری میں غیر معمولی انہماک امت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ ہے وہ لکھتے ہیں:

"سیال سونے (پٹرول) کی فراوانی کے بعد حجاز مقدس کا چہرہ بدل گیا ہے۔ شہروں کے ڈھانچے متغیر ہو چکے ہیں۔ بعض شہر تو یورپ کے شہروں کو شرمانے کی سعی کر رہے ہیں۔ جدہ بوقت شب (Jedda at Nighte) وغیرہ کی اصطلاح' جو مغربی شہروں میں خاص معنوں کے لئے مختص ہیں مستعمل ہوتی نظر آتی ہے۔ توسیعات ایک محمود عمل ہے' لیکن اگر ان فلک بوس تعمیرات کے نیچے روحانی دنیا دب کر رہ جائے تو اس سے بہتر تو مٹی کا حرم ہے:

میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بناؤ

حجاج کے اندر خرید و فروخت 'بازار بازی' تجارت و سیاحت کا بڑھتا ہوا رجحان بذات خود خطرناک مستقبل کی نشان دہی ہے' ضیوف الرحمن تو گدائے بے نوا' سائل پر خطا' عاشق صادق' اور دیوانہ وار مجنوں کی طرح کوئے جاناں میں کفنی لباس میں ملبوس آتے ہیں وہ ایک حقیر و محتاج کی حیثیت سے مالک کون و مکان' خالق ارض و سما اور رب کائنات کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں انہیں بازار بازی سے کیا تعلق؟ وہ تو منزل جاناں کی طرف جنون وار محو خرام ہوتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

در رہ منزل جاناں کہ خطر ہاست بسیار
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

بد قسمتی سے مقامات حج جاپانی، چینی اور امریکی مصنوعات کی منڈیاں بنتے جا رہے ہیں۔ عالم اسلام کی ساری دولت حج کے راستے سے ان مشرک ممالک کو جا رہی ہے۔ حج میں خرید و فروخت ممنوع نہیں ہے، لیکن اس شرعی جواز کے معنی یہ نہیں کہ روح حج کو ہی فنا یا ضائع کر دیا جائے اور ان درآمدی اور برآمدی سامان کی خرید و فروخت کے ذریعہ سفر حج کے اخراجات برآمد کیے جائیں۔ حج کا مقصد تو رب کائنات کے دربار پر جلال میں دامن سوال پھیلانا، اور دامن مراد کو بھرنے کی تمنا ہے۔ شہنشاہ ذوالجلال کے دربار میں حاضری ہے۔ میدان عرفات میں جو میدان حشر کا نمونہ ہوتا ہے اور جہاں کفن پوش افراد (جیسے قبروں سے نکل کر آئے ہوں) التجا، مغفرت اور سنت ابراہیمی کے احیا کا منظر ہوتا ہے۔ وہاں سیاحت و تجارت کی نفسیات حج کو زائل کرنے کے مترادف ہے۔ قربانی کی چھری دنبے کی گردن پر ایک تمثیل ہے اس کا اصل مقصد تو خواہشات نفسانی، جاہلی عصبیات، نسلی، لونی، اور جغرافیائی علاقات کی گردن پر چھری چلا کر ارواح کو تمام آلائشوں سے پاک کرنا ہے، مکہ ہو یا مدینہ یہاں سیاحت و تجارت کا تصور ہی غیر اسلامی ہے:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

والی بات ہے، زائرین مدینہ کے لیے یہ ہدایت ایک ابدی پیغام ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

(ص ۳۹۷ـ۳۹۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبصرہ

سید حبیب الحق ندوی مرحوم کا یہ سفر نامہ گو کل ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے، لیکن یہ اپنے اندر اتنی وسعت اور جامعیت رکھتا ہے کہ اسے کسی بھی طویل سے طویل سفر نامے کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس سفر نامے میں سفر نامہ نگار نے نہ تو ملاقاتوں کی تفصیل دی ہے، قیام و طعام کے مسائل پر بحث کی ہے اور نہ ہی دوسری مشکلات، راستے کے مصائب و آلام پر توجہ مبذول کی ہے۔ ان کی مثال تو اس غازی کی سی ہے جو نیت کر کے کھڑا ہو جائے اور اپنے گرد و پیش سے یکسر آنکھیں بند کر لے۔ چنانچہ ان کی تمام تر توجہ اپنے ''مقصد اصلی'' کی طرف مبذول رہی ہے۔ انہیں قدم قدم پر احساس ہے کہ وہ سیر و سیاحت اور سیر گشت کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ وہ ایک مقدس سفر پر آئے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے قلم کو ادھر ہی متوجہ رکھتے ہیں اور انہوں نے کسی ایک مقام پر بھی اپنے ''قبلے'' سے انحراف نہیں کیا۔

سفر نامے کی دوسری خصوصیت اس کے بیان کی شستگی اور آسان زبان کا استعمال ہے۔۔

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے انگریزی اصطلاحوں کو بھی استعمال کیا ہے، مگر بقدر ضرورت

اس سفر نامے کی ایک اور خصوصیت اس میں موجود ''جدید تحدیات'' کا تذکرہ اور ان کا رد ہے۔۔۔۔۔۔ خصوصاً مغربی فلسفے اور مغربی افکار پر بھرپور نظر ڈالی گئی ہے جو اس وقت دنیائے اسلام کو عظیم چیلنج کی صورت میں در پیش ہے۔ سفر نامہ نگار نے فلسفۂ حج سے اس پر ضرب کاری لگائی ہے۔

© rasailojaraid.com